رجسٹرڈ آصفیہ نمبر ۱۸۰

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

مملکت

ہفتہ وار

ایڈیٹر

میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ

سالانہ .... ؏

ششماہی .... ؏

سہ ماہی .... ؏

قیمت فی پرچہ (۲ ر)

قیمت پرانا پرچہ ۴ ر

جلد ۷ | ۱۳ بہمن ۱۳۵۴ ف | ۲۹ ذیحجہ ۱۳۶۳ ھ | ۱۶ دسمبر ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر ۳۶

ہندوستان اور مابعد جنگ دنیا

از

وی۔ بی۔ کارنک

اس زمانہ میں کوئی قوم دوسری اقوام سے بے نیاز ہو کر صرف اپنے مستقبل کو سوچ نہیں سکتی ہے اور نہ علحدگی پسندی کر سکتی ہے۔ تقریباً ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ سائنس نے اس فاصلہ کو مٹا دیا ہے جو قوموں کے مابین پایا جاتا تھا۔ بیرونی اثرات سے محفوظ رہنے کے نقطۂ نظر سے آج کل قومی حد بندی ایک بے معنی سی بات ہے۔ ساحل خواہ کتنا ہی اونچا ہو اور کوہ خواہ کتنا ہی وسیع ہو ہندوستان اپنی چار دیواری میں محصور ہو کر دنیا سے بے نیاز نہیں رہ سکتا۔

اس حقیقت کو جنگ نے اچھی طرح اجاگر کر دیا ہے۔ اگر جنگ میں شکست ہوتی تو ہندوستان کے باشندوں کو اپنے وطن کے مستقبل کی تشکیل میں کچھ کہنے کا موقع نہیں تھا۔ ہندوستان کے مستقبل کا تصفیہ جرمنی اور جاپان کے رفقاء کرتے۔ اقوام متحدہ کی کامیابی سے ہندوستان کے باشندوں کو اپنے مستقبل کی تعمیر کا حق حاصل ہو رہا ہے۔ یہ حق یورپ کے میدان جنگ میں حاصل ہوا ہے۔ اس حق کو برقرار اور مستحکم کرنے کے لئے ایشیا میں جاپان کے خلاف ایک سخت لڑائی لڑنی ہے۔

اس جنگ سے عوام کا دور شروع ہو رہا ہے۔ امریکہ کے نائب صدر مسٹر والس نے ان سماجی حالات کا عوام کا دور کہا ہے جو فاسطیت کے قلع قمع کے بعد پیدا ہوں گے۔ جنگ سے ... دنیا قبل جنگ دور تسلط کی طرف ... نہ جا سکے گی ... اور عوام جنھوں نے جمہوریت کو مٹانے کے لئے

مصائب برداشت کئے ہیں ان سماجی حالات کی طرف پھر راضی نہ ہوں گے جو فاسطیت کو وجود میں لانے کا باعث ہوئے تھے۔ انگلستان اور دوسرے یورپی ممالک میں اس جنگ کے شعلوں سے ایک نیا نظام معاشرت ظہور پذیر ہو رہا ہے۔ ان ممالک میں عوام کی آواز موثر ہوتی جا رہی ہے اور عوام کو اقتدار حاصل ہونے سے عالمی قوتوں کے باہمی تعلق پر اثر پڑے گا۔ اقوام کے مابین ایک نیا تعلق پیدا ہوگا اور اگر ہندوستان کو زمانہ سے پیچھے رہنا نہیں ہے تو اس کو اس جدید بین الاقوامی نظام میں اپنا مقام حاصل کرنا ہوگا۔

نسلی منافرت نے ہندوستان کے باشندوں کو اس بات کے سمجھنے سے باز رکھا کہ انگلستان اور دیگر مغربی ممالک میں کس قسم کے سماجی تغیرات وقوع پذیر ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کے باشندے یہ سمجھنے سے قاصر رہے کہ مغربی ممالک میں گزشتہ پانچ سال کے دوران میں کس طرح غیر محسوس طور پر ایک نیا نظام معاشرت اور ایک اعلیٰ تمدن نشو و نما پا رہا ہے۔ جب تک نسلی منافرت اور تنگ نظر قوم پرستی ہندوستان کے باشندوں پر مسلط رہے گی وہ بعد جنگ دنیا کا صحیح تصور قائم نہیں کر سکیں گے۔

ہندوستان میں ایک طبقہ ایسا ہے جو نسلی منافرت کے جذبہ سے کھیل رہا ہے۔ اس کا مقصد وہ مقام حاصل کرنا ہے جو برطانوی حکمرانوں کے ہاتھ ہٹنے سے خالی ہوگا۔ یہ طبقہ قومی علحدگی پسندی کی تلقین کر رہا ہے۔ یہ طبقہ چاہتا ہے کہ ہندوستان کے باشندے دنیا کی ترقی پسند قوتوں سے بے تعلق رہیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ قومی آزادی کا نعرہ بلند کرتا ہے مگر اس قومی آزادی میں سماجی آزادی شامل نہیں ہے۔ بغیر سماجی آزادی کے قومی آزادی فاسطیت کی طرف لے جاتی ہے۔ بڑے بڑے کارخانہ دار اور سرمایہ دار سماجی آزادی کے مخالف ہیں۔ اگر ہندوستان میں اس طبقہ کی حکومت قائم ہوگئی تو عوام کا دور کبھی شروع نہ ہوگا۔

کارخانہ دار اور سرمایہ دار قومی آزادی کا نعرہ تو بلند کرتے ہیں مگر ان کا عمل اس کے برعکس ہے۔ یہ افراد دوسرے ممالک کے سرمایہ داروں سے ربط قائم کر رہے ہیں اور اس طرح وہ سرمایہ داروں کا ایک بین الاقوامی ادارہ قائم کر رہے ہیں تاکہ اس طبقہ کا تسلط قائم و برقرار رہے۔ سرمایہ داروں کے ایک ایسے ادارہ کی تشکیل ہو رہی ہے۔ جو سرمایہ دار یورپی ممالک میں بے اثر ہوتے جا رہے ہیں ان کی نظر ایشیائی ممالک پر پڑ رہی ہے۔ ایشیائی ممالک کے باشندوں کی جہالت اور پستی فاسطیت کے نشو و نما کے لئے ایک زرخیز زمین فراہم کرتی ہے۔ یہی ایک خطرہ ہے جس سے ہندوستان آئندہ دوچار ہوگا۔

اس خطرہ کو روکنے کے لئے ضرورت ہے کہ دوسرے متمدن اور ترقی یافتہ ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی عوام کا دور شروع کیا جائے۔ ہندوستان کے عوام نے فاسطیت کے خلاف جنگ میں حصہ لیا ہے جس کی بنا پر وہ بھی زیادہ آزادی کے مستحق ہیں۔ ہندوستان کے عوام دوسرے ممالک کے عوام سے بے تعلق نہیں رہ سکتے۔ ان کے مفادات مشترک ہیں۔ عوام کا بین الاقوامی اتحاد ہی فاسطیت کو ہمیشہ کے لئے مٹا سکتا ہے۔

ایسے دور میں جبکہ اقوام عالم میں زیادہ تر بین الاقوامی اشتراک عمل ہو گا صرف ماضی پر نظر جمائے رہنا بہت ... ہے ...

(بقیہ صفحہ ۹)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۴	۱۳ ار بہمن ۱۳۵۴ف	نمبر ۳۶

تقاضائے میزبانی

وائسرائے بہادر کی تقریر پر عوامی تاثرات کی بے لاگ ترجمانی

چو محلہ مبارک میں شاہی ضیافت کے موقع پر وائسرائے بہادر نے جو جوابی تقریر فرمائی اگر وہ کما حقہ دیکھی جائے جو اخبارات میں شائع ہوئی ہے تو وہ اس لحاظ سے یک طرفہ ہے کہ جہاں وفادار کو پند و نصیحت کے ذریعہ زیر بار کیا گیا وہاں وہ اس امر پر ساکت ہے کہ خود حضرت شاہی یعنی ملک معظم کی حکومت حیدرآباد کے حقوق کی بازیابی یا اس کے دیرینہ سیاسی و معاشی شکایتوں کے رفع کرنے کی کوئی تدبیر کر رہی ہے یا نہیں۔ ہمارے خیال میں معزز "میزبان" کی تقریر مذکورہ کو یوں کہنا نامناسب نہیں کیونکہ حیدرآباد کو بجا طور پر متوقع تھا کہ وہ اہم مسائل جو حیدرآباد کی سیاسی و معاشی زندگی پر اثر انداز ہونے کے باوجود آج تک موضوع بحث بنے ہوئے ہیں کہ جلسے بعد تصفیہ پا جائیں گے اور لارڈ ویول بہ حیثیت مہمان ان پر سایہ افگن ہوں گے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہز ایکسلنسی ان اہم مسائل کو ایک معاشرتی تقریب میں چھیڑنا نامناسب سمجھتے تھے تو یہ عذر

نہیں ہوا کرتا اور ہز ایکسلنسی کا سکوت اس امر کے مترادف نہیں کہ حکومت ہند ان مسائل کو اہمیت نہیں دیتی تو ہمارے خیال میں ایک معاشرتی تقریب مربیانہ پند و نصائح کے لئے بھی غیر موزوں جگہ تھی خاص کر جبکہ وہ پند و نصائح غیر ضروری بھی ہوں اور حقائق سے دور بھی۔ ہمارا اشارہ وائسرائے بہادر کے اس ارشاد کی طرف ہے جس میں آپ نے حیدرآباد سے یہ توقع ظاہر کی ہے کہ وہ دستوری مسائل میں دوسری ریاستوں کی رہنمائی کرے۔

ہمارا یہ ادعا ہے کہ حیدرآباد صرف ریاستوں ہی کی نہیں بلکہ برطانوی ہند کی بھی رہنمائی کرتا چلا آرہا ہے۔ کیا برطانوی ہند یہ دعویٰ کرسکتا ہے ———— جس طرح حیدرآباد ایک نہایت پاک ضمیر کے ساتھ کرسکتا ہے ———— کہ اس کی حکومت کی حکمت عملی بالکلیہ رعایا کے مفاد میں ہے! حیدرآباد کا سطح نظر رعایا سے استحصال بالجبر کبھی نہیں رہا اور نہ رہ سکتا ہے کیونکہ وہ جماعت جو حکومت کے دروبست پر دخیل ہے نہ تو تاجروں کی جماعت ہے نہ زمینداروں کی اور نہ ساہوکاروں کی۔ حیدرآباد کی حکومت کا مفاد اسی میں ہے کہ رعایا خوش حال رہے۔ حیدرآباد کے پاس نہ تو وہ فوجی قوت ہے جس کے ذریعہ رعایا پر بندوق حکومت کی جائے اور نہ یہاں وہ طریقہ حکمرانی ہے جس کی بدولت جمہوریت کے نام سے آمریت برتی جائے۔ اس لئے شاہان آصفی کا مسلک یہی رہا ہے کہ رعایا کی خدمت کی جائے اور ان کے جذبات احسان مندی سے مملکت کو استوار اور مستحکم بنایا جائے۔ کیا یہ حرکات خود برطانوی ہند میں موجود ہیں جہاں زمانہ امن میں بھی فوجی اخراجات آمدنی کے پچاس فی صد ہوتے رہے ہیں؟ کیا حکومت ہند یہ دعویٰ کرسکتی ہے کہ اس نے جو دستور صوبہ جات ہند اور مرکزی حکومت کو دے رکھا ہے وہ دستوری اعتبار سے رعایا کو وہ حقوق دیتا ہے جو آصفی حکومت نے بے مانگے اور بلا کسی شور و شغب کے تقریباً دو صدی سے دے رکھے ہیں!

اگر حیدرآباد کی رعایا اس درجہ خوش حال نہیں ہے جیسا کہ حیدرآباد کی حکومت اس کو دیکھنا چاہتی تھی تو اس کی اصلی وجہ حکومت ہند کی اس مداخلت میں پنہاں ہے جو آئے دن حیدرآباد کے نظم و نسق میں ہوتی رہی ہے اور جس کا واحد مقصد یہ رہا ہے کہ حیدرآباد کے معاشی وسائل کو برطانوی اغراض کے لئے استعمال کیا جائے۔ یہ استدلال ہمارا نہیں ہے بلکہ خود ان انگریز مدبرین کا ہے جنہوں نے حیدرآباد میں اپنی زندگی کے کئی سال گزارے ہیں اور جو اپنی حق گوئی کے باعث اپنے ہم قوموں میں معتوب رہے ہیں۔ کرنل اسٹوارٹ سابق رزیڈنٹ حیدرآباد نے سنہ ۱۸۳۲ء میں حکومت ہند کے نام ایک خط لکھا تھا جس میں اس صداقت پسند انگریز نے یہ اعتراف کیا کہ حیدرآباد میں رعایا کی تباہی اور معاشی پستی کی ذمہ داری انگریزوں ہی پر ہے جنہوں نے ایسے وزراء کا تقرر کروایا جو پیشوا بادشاہ کے مقابلہ میں حکومت ہند کے ہمنوا تھے۔ سر چارلس میٹکاف نے بھی صاف طور پر لکھا ہے کہ "ہماری مداخلت

ان مصائب کا باعث ہوئی جن سے حیدرآباد دوچار ہے"۔ مسٹر بلنٹ جو لارڈ بیرن کے داماد اور سالار جنگ کے دوست تھے اور جو حیدرآباد میں مولانا جمال الدین افغانی کے تعارفی خط کے ساتھ تشریف لاکر نواب محی الدولہ اولیٰ کے اس کئی ماہ مہمان رہے اپنی ایک معرکۃ الآرا تصنیف "لارڈ رپن کے دور کا ہندوستان" میں لکھا ہے کہ حکومت ہند کی مداخلت کن تکلیف دہ نتائج کا باعث رہی۔ لارڈ ڈلہوزی نے جنرل فریزر سابق رزیڈنٹ حیدرآباد کو سنہ ۱۸۵۲ء میں لکھا تھا کہ "ہماری مداخلت سے کوئی خاص فائدہ تو نہ ہوگا لیکن ہم نتیجۃً مختلف خرابیوں کے ذمہ دار قرار پائیں گے"۔ لارڈ کارنواس نے سنہ ۱۸۰۵ء میں لکھا ہے "یہ معلوم کرکے افسوس ہوتا ہے کہ جن ریاستوں میں ہم نے زیادہ مداخلت کی وہی ریاستیں زیادہ تباہ حال ہیں"۔

اس مداخلت اور روک ٹوک کے باوجود جو مداخلت کا لازمی نتیجہ رہی ہے آج بھی ہندوستانی ریاستوں کی رعایا عموماً اور بعض بڑی ریاستوں کی رعایا خصوصاً برطانوی ہند کی رعایا سے کہیں زیادہ خوش حال ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں سر والٹر لارنس نے لندن میں تقریر کرتے ہوئے کہا "میں نے اپنی زندگی کے اکیس سال ہندوستان میں گزارے اور میرا پیشہ یہی مشغلہ رہا کہ ریاستی رعایا اور برطانوی ہند کی رعایا کی خوش حالی کا باہمی تقابل کرتا رہوں اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ریاستوں کی رعایا زیادہ خوش حال اور مطمئن ہے کیونکہ انہیں ایسی حکومت سے سابقہ ہے جو تو ان کی ہے اور جو ان کے مفاد کو اچھی طرح جانتی ہے"۔ سر والٹر نے اپنی تقریر اس جملہ پر ختم کی "اگر میں ہندوستانی ہوتا تو بجائے برطانوی ہند کے کسی دیسی ریاست میں سکونت پذیر ہوتا"۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت حیدرآباد اپنی رعایا سے بہت زیادہ قریب ہے۔ ان کے جذبات کا احترام کرتی، ان کے مفادات کی حفاظت کرتی اور ان کی ترقی و خوش حالی کے نئے راستے ڈھونڈ نکالتی ہے۔ حیدرآباد کی حکومت نے اپنے اقتدار کو کبھی اس غرض کے لئے استعمال نہیں کیا کہ رعایا کو مفلس بنا کر خود متمول بن جائے۔ حیدرآباد کی حکومت ایسا کر نہیں سکتی کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب اغراض کا تصادم نہ ہو تو انسان بھلائی کی طرف مائل رہتا ہے۔ حیدرآباد میں صورت حال یہ ہے کہ رعایا کی بھلائی میں راعی کی بھلائی مضمر ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے حکومت کی نیت کو مشتبہ بھی قرار دیا جائے تو تب بھی وہ رعایا کے ساتھ بھلائی کئے بغیر رہ نہیں سکتی کیونکہ نہ تو یہاں تفرقہ کو تیز کرنے والا جمہوریت کا نقاب ہے اور نہ زور شمشیر سے قائم شدہ حکومت۔ یہاں ان حالات میں بجز بھلائی کے اور کیا ہو سکتی ہے۔ رہا حسن نیت تو تاریخ آصف جاہی اس کا مسلسل اور ناقابل تردید ثبوت ہے۔ حیدرآباد میں حکمران مسلمان ہے اور رعایا کی اکثریت غیر مسلم۔ اگر حکومت بدنیت ہوتی یا اس کو تعصب پیدا ہوتا تو حیدرآباد کی حکومت پہلا کام یہ ہی کرتی کہ تبلیغ کا ایک خاموش لیکن موثر سلسلہ جاری رکھتی جس طرح کہ عیسائی مشنری دیسی ریاستوں میں

اپنے فرائض کو پورا کر رہی ہے لیکن حکومت حیدرآباد نے ایسا نہیں کیا۔ حیدرآباد کے ہر گاؤں میں غیر مسلم ولند لدوں کی اکثریت زبردست سیاسی و معاشی نظام صدیوں سے قائم ہے۔ اگر حکومت چاہتی تو آج یہ نظام تاریخ ماضی کا ایک پارینہ ورق بن سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ حیدرآباد کا ہندو وطن دوست کی رفتار کے ساتھ ساتھ اپنے اثر و رسوخ میں ترقی دیکھ رہا ہے۔ حیدرآباد کے معاشی وسائل پر بالکلیہ آصف جاہ کی غیر مسلم رعایا کا بااثر تسلط ہے۔ حیدرآباد کی تاریخ عالم میں بے مثال ہے کہ اس نے سیاسی اقتدار رکھتے ہوئے معاشی اقتدار کو بالکلیہ اپنی غیر مسلم رعایا کے قبضہ میں رہنے دیا۔ ہمیں یاد نہیں تاریخ کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتی ہے کہ ایک مسلم حکمران ایک نہایت وسیع اور زرخیز خطہ پر دو سو سال سے حکمران رہا ہو اور اس کے باوجود اس کے ہم مذہب مفلس ہوں۔ یہ وہ مشکل ہے جو حیدرآباد و دیگر اقطاع ہند کو درپیش ہے اور یہی وہ دشواری کی راہ ہے جس میں حیدرآباد حکومت ہند کی رہنمائی کر سکتی ہے۔

ہمیں اس پس منظر میں وائسرائے بہادر کا یہ ارشاد کہ معاشی ترقی کی راہ میں حیدرآباد کو دور کرنا چاہیے حقائق سے چشم پوشی کرنے اور ایک غیر ضروری نصیحت کرنے کے مترادف تھا۔ وائسرائے بہادر کو کہنا یہ چاہیے تھا کہ حکومت ہند ان مزاحمتوں کو ختم کرے گی جو حیدرآباد کی سیاسی اور معاشی ترقی کی راہ میں ایک عرصہ دراز سے حائل رہی ہیں۔ ہم ان مزاحمتوں کی تفصیلات میں جانا نہیں چاہتے۔ حکومت ہند کا دفتر ہماری شکایتوں سے بھرا پڑا ہے۔ سوال صرف یہ تھا کہ جبکہ حکومت برطانیہ نے منشور اوقیانوس پر دستخط کر کے دنیا کو یہ باور کرایا کہ وہ حق کے مقابلہ میں قوت کا مظاہرہ نہ کرے گی، کیا حیدرآباد بھی اس خوشنما اعلان سے مستفید ہوگا؟ وائسرائے بہادر کی تقریر میں اس اہم سوال کا کوئی جواب نہیں پایا گیا۔

ہم ان لوگوں میں نہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ حیدرآباد نے امداد جنگ میں بڑی قربانیاں کی ہیں اس لئے اس کے صلہ میں حیدرآباد کو اس کے جائز حقوق ملنے چاہئیں۔ ہماری نظر میں ایسا کہنا اپنے مطالبات کی صداقت اور ان کے جواز کو کمزور کرنا ہے۔ ہم نے جنگ میں مدد اس لئے دی کہ ہم نے اس جنگ کو آزادی کی جنگ سمجھا۔ ہم نے اس لئے مدد دی کہ ہم محوری اقوام پر ہندوستان کے موجودہ حکمرانوں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے دیرینہ دوست ہیں۔ ہم ان سے واقف ہیں اور وہ ہم سے واقف ہیں۔ ہم نے ہرگز اس لئے مدد نہیں دی کہ اس کے صلہ میں حق کی بھیک مانگیں۔ حق حق ہے اور وہ ملے گا، ملنا چاہیے۔ ہم امداد کرتے رہے اور آئندہ اس سے زیادہ مدد کریں گے۔ ہم اس مطالبہ کو کسی صلہ کا ساتھ نہیں دیتے کہ اعتراف خدمات کے طور پر حیدرآباد کو جزوی کے منصب عطا کئے جائیں۔ ہمارا مطالبہ مطالبات سے، رعایا اپنے بادشاہ کو یاد کرتی ہے وہ بار بار کرنے سے بہت کچھ کہتی ہیں۔

اہم سوال یہ ہے کہ مابعد جنگ دور میں حیدرآباد؟ وہی ہے کہ جو آج سے پانچ سال پہلے تھا یا وہ رکاوٹیں زمین دوز ہو جائیں گی جو اس کی ہر جہتی ترقی میں مانع ہیں۔ وائسرائے بہادر نے اس کا جواب نہیں دیا۔ اب یہ ذمہ داری حکومت پر ہے کہ وہ اس اہم سوال کا تشفی بخش جواب حاصل کرے۔ رہی وائسرائے بہادر کی نصیحت کہ حیدرآباد کو اپنی رعایا کا خیال رہے ایک ایسی نصیحت ہے جس کے متعلق ہم صرف یہ مصرعہ دہرانا چاہتے ہیں:

شیشہ گری کی ہے دوکان سنگ فروشی کا شوق ہے

وائسرائے بہادر نے دیگر مسائل پر جو تبصرہ فرمایا ہے وہ نہایت درست ہے۔ مثلاً آپ کا یہ ارشاد کہ محصول آمدنی (انکم ٹیکس) کی غیر موجودگی ایک ایسا خلا ہے جس کو جلد از جلد پر ہو جانا چاہیے ایک ایسی بات ہے جس کو ہم عرصہ سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ جاگیرداران کو ہز ایکسلنسی کا یہ اشارہ کہ کوئی شخص جو خصوصی حیثیت رکھتا ہو اپنی خصوصیات کو برقرار نہیں رکھ سکتا جب کہ وہ ان لوگوں کی خدمت نہ انجام دے جن سے وہ اپنی روزی حاصل کرتا ہے۔ اس نصیحت کی توثیق کرتا ہے جو بندگان اقدس نے اپنے تدبر اور فراست سے جاگیرداروں کے مفاد میں فرمائی تھی۔

تنگبھدرا اسکیم سے متعلق وائسرائے بہادر کا یہ جملہ ہمارے دل میں ایک کھٹک سی پیدا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "تنگبھدرا کے متعلق سمجھوتہ اس بات کا ضامن ہے کہ حیدرآباد کی اسکیموں کو اگر ہمسایہ علاقوں کے نظم و نسق سے مربوط کیا جائے تو کس درجہ باہمی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں"۔ کیا اس کا یہ مفہوم تو نہیں کہ حیدرآباد کی معاشی ترقی کی صرف ان اسکیموں کو اچھی نظر سے دیکھا جائے گا جو ہمسایہ علاقوں کے نظم و نسق سے مربوط کی جائیں؟ یہ جملہ مبہم ہونے کی وجہ سے تشویش پیدا کر سکتا ہے مگر ہم حسن ظن سے کام لے کر یہ فرض کرتے ہیں کہ ہز ایکسلنسی کا یہ منشا نہیں ہے کہ حیدرآباد کی معاشی ترقی کو ہمسایہ صوبوں کی معاشی ترقی کے جزو کی حیثیت سے اہمیت دی جائے اور جہاں یہ صورت نہ ہو ہمارے منصوبے غیر اہم سمجھے جائیں۔ یہ ایک شبہ تھا جس کو ہم نے ضمناً ذکر کر دیا۔ اگر خدانخواستہ وائسرائے بہادر کا وہی منشا ہے جو ان الفاظ سے ایک مخالفانہ ذہنیت کے تحت مستنبط ہو سکتا ہے تو ہم وائسرائے بہادر کی خدمت میں عرض کر دینا چاہتے ہیں کہ حیدرآباد معاشی ترقی کی دوڑ میں ایک ضمنی اور طفیلی حیثیت اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں۔

بالآخر ہم اپنی حکومت سے عرض کریں گے کہ وائسرائے بہادر کی زیر بحث تقریر نے اس کی ذمہ داریوں کو کافی سنگین بنا دیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ حکومت ہمارے اس بلیغ اشارہ کو سمجھ جائے گی۔

ہم ریزیڈنٹ بہادر کے توسط سے ہز ایکسلنسی وائسرائے بہادر کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ باوجود ان اختلافات کے جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں بحیثیت ایک مہمان نواز شعار کے ہم آپ کا احترام کرتے ہیں۔ تقاضائے میزبانی یہ تھا کہ مہمان والا ملک کے صحیح جذبات سے بھی واقف کرایا جائے۔

"ہز ایکسلنسی وائسرائے کی تقریر ملک کی توقعات کے مطابق نہیں"

حیدرآباد ۳۰ ربیع الاول۔ مجلس عاملہ مملکتی کے غیر معمولی اجلاس سے حسب ذیل بیان جاری کیا گیا ہے:-

"مجلس اتحاد المسلمین مملکت آصفیہ اسلامیہ نے مملکت حیدرآباد کے سیاسی و معاشی موقف سے متعلق اپنے مطالبات کو صریح الفاظ میں اپنی یادداشت مورخہ ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۶۳ف میں پیش کر دیا ہے اور مجلس آج بھی اپنے ان مطالبات کو حق بجانب سمجھتی ہے۔ حیدرآباد کی غیر معمولی مساعی جنگ کی موجودگی میں اہل حیدرآباد توقع رکھتے تھے کہ ضیافت کے موقع پر ہز ایکسلنسی وائسرائے بہادر کی تقریر میں ان امور پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔ لیکن اس تقریر کو بہ امعان نظر دیکھنے کے بعد مجلس عاملہ مملکتی یہ محسوس کرتی ہے کہ ہز ایکسلنسی کی تقریر ملک کی توقعات کے مطابق نہیں ہے۔ ہندوستان کا مابعد جنگ دستور خواہ کوئی صورت اختیار کرے حیدرآباد بجا طور پر اس کا مستحق ہے کہ وہ ایک آزاد مملکت کا درجہ حاصل کرے۔"

کیا سپرو کمیٹی کے ارکان غیر جانبدار ہیں؟

جناح کے نقطۂ نظر کو نظر انداز کرنا کمیٹی کو تماشہ بنانا ہے

رائے عامہ کا ردِ عمل

غیر جماعتی قائدین کی مصالحتی کمیٹی تشکیل پا رہی ہے اس کے ارکان کے ناموں کا اعلان ہو چکا ہے اور اس نے مواد جمع کرنے کا کام شروع کر دیا ہے۔ اس کمیٹی کے بانی نے اس اندیشہ کا اظہار کیا ہے کہ وہ مواد کی وقت میں کام نہیں ہو سکے جیسا کہ توقع کی جا رہی تھی۔ اس کمیٹی کے حامی اگرچہ سرگرمی سے کام کر رہے ہیں لیکن یہ خیال حق بجانب نہیں کہ یہ کمیٹی اپنے مقصد میں کامیاب رہے گی۔ اس کے برخلاف واقعات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کمیٹی کے مقاصد اور کام میں بے شمار دشواریاں حائل ہیں۔

نمائندگی پر اعتراضات

کمیٹی کے ارکان کے ناموں کے اعلان کا پہلا ردِ عمل یہ ہوا کہ اس کے ارکان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ عام طور پر یہ تنقید کی جا رہی ہے کہ تیس ارکان کی جماعت اس کام کو موثر طریقہ سے انجام دینے کے قابل نہیں ہو سکتی جو کمیٹی کے پیش نظر ہے۔ جن ناموں کا اعلان کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سر تیج بہادر سپرو چاہتے ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو اس کمیٹی کو نمائندہ بنایا جائے اور اس تناسب [illegible] صوبہ واری اور پیشہ واری نمائندگی ہو۔ مگر ایسی نمائندگی دستور ساز اسمبلی کے لئے زیادہ موزوں ہوتی ہے جسے دستور تشکیل دینے کا فرض انجام دینا پڑتا ہے لیکن سپرو کمیٹی کا کام بدیہی طور پر مختلف ہے یعنی اس امر کی تحقیق کرنا ہے کہ آیا متضاد نقاط نظر میں ہم آہنگی پیدا کرنا ممکن ہے اور آیا کوئی ایسی بنیاد دریافت کی جا سکتی ہے جس پر دستور کی عمارت تشکیل دی جا سکے۔ اکثر لوگوں کو شبہ ہے کہ ایسی وسیع کمیٹی یہ کام انجام دے سکے گی۔

غیر جانبداری کا فریب

ارکان کمیٹی سے متعلق ایک اور تنقید یہ کی جا رہی ہے کہ کمیٹی کی موجودہ ہیئت اس مقصد کو پورا نہیں کرتی کہ ارکان غیر جانبدار ہوں۔ مسٹر گاندھی کو اس پر اصرار تھا اور سر تیج بہادر نے اس سے اتفاق کیا کہ ان لوگوں کو کمیٹی میں شریک نہ کیا جائے جنہوں نے کسی ایک نظریہ سے شدت کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ نقاد بحث کرتے ہیں کہ یہ شرط پوری نہیں ہوئی بعض افراد جو اس کمیٹی میں شریک کئے گئے ہیں ہندوستان کی [illegible] ایک [illegible] کے حامل ہیں [illegible] کے سابق ارکان، جامعات کے سابق وائس چانسلر اور وائسرائے کی کونسل کے سابق ارکان وغیرہ شامل ہیں ـــ مگر ان کو مسٹر جناح یا [illegible] غیر جانبدار تسلیم نہیں کر سکتے۔

نقاط نظر کا اختلاف

کمیٹی کے ارکان سے قطع نظر بعض حلقوں میں یہ کہا جا رہا ہے کہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی صورت حال کے مد نظر سپرو کمیٹی یا کسی اور جماعت کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی کہ سیاسی لیڈروں میں اتحاد پیدا کیا جائے جن کے نقاط نظر میں بعد المشرقین ہے۔ بعض حلقوں کا یہ خیال ہے کہ سپرو کمیٹی کو متضاد نقاط نظر میں مصالحت و ہم آہنگی پیدا کرنے یا ثالث بننے کی کوشش سے باز رہنا چاہئے بلکہ مختلف جماعتوں کے لیڈروں کے متضاد نقاط نظر سے ہٹ کر غیر جانبداری اور آزادی کے ساتھ اصل مسئلہ کی تحقیق کرنی چاہئے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جن کی رائے اس سے برعکس ہے۔ ان کا خیال ہے کہ مسٹر گاندھی یا مسٹر جناح کے نقطۂ نظر کو نظر انداز کرنے کی کوشش سپرو کمیٹی کو ایک تماشہ بنا دے گی۔

مسلم لیگ کے شبہات

اگر مسلم لیگ کے ارکان کو یہ شبہ ہے کہ سپرو کمیٹی مسٹر گاندھی کا ایک نیا اقدام ہے یا اس کا مقصد ہندو راج کے نصب العین کو بڑھانا ہے تو انتہا پسند ہندو علانیہ طور پر یہ اندیشہ ظاہر کر رہے ہیں کہ بمبئی کی گفت و شنید کے وقت مسٹر گاندھی جو کچھ دینے تیار تھے کہیں سپرو کمیٹی مسٹر جناح کو اس سے زیادہ نہ دے دے۔ چونکہ مسلم لیگ کے صدر مسٹر جناح [illegible] کا ذرا بھی میلان ظاہر نہیں کیا اس لئے لیگ کی تائید کے بغیر کمیٹی کی کوئی قیمت بھی نہ ہو گی جس کا تجربہ کیا جائے گا۔ اور چونکہ سیاسی فرقہ داری سمجھوتہ کیلئے ہمیشہ [illegible] قدم آگے بڑھنے کی طرف مائل ہوا ہے اس لئے انتہا پسند ہندو قائدین کو یہ اندیشہ ہے کہ سپرو کمیٹی کے غور و فکر کے جو نتائج مرتب ہوں گے ان میں مسٹر جناح کو مزید مراعات دیئے جائیں گے۔

مبہم تصور

اس بنیاد پر بحث کرتے ہوئے سپرو کمیٹی کے حامیوں کا یہ خیال ہے کہ اس کمیٹی کو ایک درمیانی راستہ دریافت کرنا چاہئے جو فرقہ واری اور قومی نقطۂ نظر سے بالکل ہم آہنگ ہو۔ یہ تصور بہت درخشاں ہے مگر مبہم ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان کی موجودہ سیاسی صورت حال کے پیش نظر کیا ایسا تجربہ کامیاب ہو سکتا ہے اور کیا اس طریقے کو ہندوستان کے دو بڑے فرقے تسلیم کر سکتے ہیں۔

اختلاف کی بنیاد

یہ بات بالکل واضح ہے کہ نقادوں کے شبہوں اور دوستوں کے مشوروں کے باوجود سر تیج بہادر اور ان کے رفقائے کار اپنی کوششوں کو جاری رکھیں گے اور [illegible] مزاج اور مایوسیوں کو نظر انداز کر کے اپنا کام شروع کر چکے اور ملک کے سامنے ایک اسکیم پیش کریں گے جو ان کی دانست میں معقول اور ہر طبقہ و فرقہ کے لئے مبنی بر انصاف ہوگی۔ لیکن سر تیج اور ان کے رفقائے کار فرقہ واری مسئلہ کو بالائے طاق نہیں رکھ سکتے اور نہ وہ قومی زندگی کے زیادہ اہم پہلوؤں کو نظر انداز کر سکتے ہیں۔ اس کا امکان ہے کہ یہ کمیٹی مسئلہ کے سیاسی پہلو کی تحقیق کرے گی اور مرکزی حکومت کی ہیئت پر غور کرے گی جو منافقت پاکستان کی [illegible] ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ کمیٹی ان لوگوں میں جو ایک مضبوط مرکزی حکومت چاہتے ہیں اور ان لوگوں میں جو ایک مشترکہ مرکز کے خلاف ہیں کس طرح ہم آہنگی پیدا کر سکتی ہے۔ یہ کام دشوار گزار ہے مگر اصل مسئلہ یہی ہے تا وقتیکہ مسٹر جناح کی تائید کے بغیر کمیٹی کی کوئی تجویز کامیاب ہو سکتی ہے۔

([illegible])

پاکستان کے خلاف ایک نئی جماعت کا قیام

نامہ نگار "قومی جنگ" کا انکشاف

مسلم لیگ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کو دیکھ کر حکومت پریشان ہو رہی ہے۔ وہ سرکاری ذرائع سے پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کی تجویز پر غور کر رہی تھی لیکن بعد کو اس نتیجے پر پہنچی کہ اس طرح کا پروپیگنڈا مفید ثابت نہیں ہوگا اور اس پروپیگنڈا کو نقصان ہونے لگے گا جو ہندوستان کی جغرافیائی وحدت کے نام پر جاری ہے۔ اس لئے اب طے پایا ہے کہ حکومت خود پاکستان کے خلاف آواز نہ اٹھائے بلکہ بعض سرکار نواز عناصر کے ذریعہ سے پاکستان کے خلاف تحریک چلائی جائے اور دوسری طرف کو [illegible] لپیٹ میں لینے کی کوشش کی جائے۔ دیکھئے قومی جنگ جلد ۳ نمبر [illegible]۔

انتشار انگیزی

اس مقصد کے لئے نئی دہلی میں "یونائیٹڈ پارٹی آف انڈیا" کے نام سے ایک نئی جماعت بنی ہے جس نے اپنا مقصد یہ قرار دیا ہے کہ فرقہ واری کے خلاف جدوجہد کر کے سیاسی جماعتوں میں اتحاد کرایا جائے۔ یہ لیگ کے خلاف پاکستان دشمن محاذ بنانے کی کوشش ہے۔ اس جماعت کے صدر میاں غوث الدین ہیں۔ آپ مرکزی اسمبلی کے ممبر اور پنجاب کے ایک بڑے زمیندار ہیں۔ آپ پہلے مسلم لیگ میں شامل تھے لیکن جب مسلم لیگ میں عوامی اثر بڑھنے لگا تو آپ مسلم لیگ سے الگ ہو گئے۔ اب آپ سرکار کی خوشنودی کر کے اپنی لیگ مخالفت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ پچھلے سال آپ حکومت کی طرف سے امریکہ بھیجے گئے تھے جہاں آپ نے ہندوستان کے متعلق سامراجی نقطہ نظر کی وضاحت کی۔

میں نے ان سے ملاقات کی تو انہوں نے فرمایا کہ ان کی تحریک کا مقصد ہندوستان کو ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے بچانا ہے اور ہر شخص جو متحدہ یا وفاقی ہندوستان کا حامی ہے اس میں شریک ہو سکتا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے یونینسٹ پارٹی کا بھی ذکر کیا۔ اس جماعت کے جنرل سکریٹری ایک گمنام سے آدمی ڈاکٹر [illegible] ہیں لیکن سرکاری حلقوں میں ان کا بڑا رسوخ ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ اس اسکیم کو سر سلطان احمد اور سر مرزا اسماعیل نے پسند فرمایا ہے۔ یہ اسکیم [illegible] کے فارمولے کے مطابق تیار کی گئی ہے۔ اس اسکیم کے مطابق فرقہ وارانہ مسئلے کا حل یہ ہے کہ صوبوں کی موجودہ سرحدوں میں تھوڑی سی تبدیلی کر کے انہیں خود مختاری دے دی جائے۔ مرکزی اسمبلی میں ہندوؤں کو چالیس فیصدی، مسلمانوں کو چالیس فیصدی اور دوسری اقلیتوں کو بیس فیصدی نشستیں دی جائیں۔

مجھے بڑے معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ۱۶ نومبر کی رات کو سر سلطان احمد نے ایک نیا دستور ہندوستان کے لئے تیار کیا۔ اس کے دوسرے ہی دن یونائیٹڈ پارٹی آف انڈیا وجود میں آئی۔ سر سلطان کے دستور کا وہی خاکہ ہے جو یونائیٹڈ پارٹی کی اسکیم کا خاکہ ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کانگریسی ممبران اسمبلی کو بھی اس جماعت میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی تھی لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔

بمبئی کرانیکل میں محمد علی فارمولے کے متعلق ایک تجویز چھپی ہے جس کے مطابق فرقہ وارانہ مسئلے کا علاج ہو سکتا ہے کہ صوبوں کو خود مختاری دی جائے اور مرکز میں اقلیتوں کا حق محفوظ کر دیا جائے۔ میں نے اس سلسلہ میں مسلم لیگ کے جنرل سکریٹری نواب زادہ لیاقت علی خان سے ملاقات کی۔ انہوں نے فرمایا کہ "مسلم لیگ اپنے نصب العین کو چھوڑ کر پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔ وہ مکمل آزادی سے کم کوئی چیز قبول نہیں کر سکتی۔ اب محمد علی فارمولے کو قبول کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کروڑوں مسلمانوں کو پاکستان کے نعرے نے آزادی کی امید دلائی ہے۔ اب جناح صاحب بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم اس مقصد کو چھوڑ کر چند نشستیں قبول کر لیں گے۔ اور ہمارے حقوق کا تحفظ کر دیا جائے گا۔"

لیگ کی طاقت

جب میں نے یونائیٹڈ پارٹی کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ اس کو نظر انداز کر دینا چاہئے۔ لیگ کی طاقت اتنی بڑھ چکی ہے کہ حکومت اب مسلمانوں کے کسی گروہ کا بھی سہارا دے کر اسے نہیں توڑ سکتی۔ قریب قریب تمام مسلمان لیگ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے ہیں اور مسلم مجلس اور مجلس احرار کی طرح کے غدار جو مسلم لیگ کے ساتھ نہیں ہیں وہ بھی حکومت کی طرفداری نہیں کر سکتے۔

تاج اور والیان ریاست کے تعلقات

ایوان روسا کی قرارداد کا متن

نئی دہلی ۱۸ دسمبر۔ آج اخبار ہندوستان ٹائمس نے اس قرارداد کے مسودہ کا متن شائع کر دیا ہے جو تاج اور والیان ریاست کے تعلقات سے [illegible] اور جس پر ایوان روسا میں بحث ہونے والی تھی۔ اس قرارداد میں کہا گیا ہے۔

ایوان روسا اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ وہ حتمی، بحر صمیم انداز اور پرزور الفاظ میں اس کا اظہار کر دے کہ ریاستوں کے ساتھ تاج کے معاہدات یا ریاستوں سے متعلق اقرارات متعلقہ ریاست سے مشورہ کئے بغیر کسی تیسری طاقت کو منتقل نہیں کئے جا سکتے ہیں۔

یہ ایوان ہز ایکسیلنسی نمائندہ تاج سے درخواست کرتا ہے کہ وہ ملک معظم کی حکومت کو ریاستوں کے اس تردد و شبہ سے باخبر کر دیں جو ریاستوں کے اندر تاج اور ریاستوں کے تعلقات سے متعلق حالیہ رجحانات کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے۔

و نیز اس کو لازمی قرار دے دینا چاہئے کہ بغیر ریاستوں کی مرضی کے مقدس شاہی اعلانات کے تحت جو معاہدات کے حقوق ہیں وہ بلا کسی ردوبدل کے برقرار رہیں گے۔ جیسا کہ ملک معظم کی حکومت نے حال میں والیان ریاست کو یقین دلایا ہے کہ ان بنیادی ذمہ داریوں کی تکمیل جو معاہدات اور سندات کے تحت آتی ہیں ملک معظم کی پالیسی کا ایک مکمل جزو ہے۔

ایوان روسا ہز ایکسیلنسی نمائندہ تاج سے مزید درخواست کرتا ہے کہ وہ ہز امپیریل مجسٹی تک والیان ریاست کی طرف سے اظہار وفاداری اور یہ بات بہ وضاحت پہنچا دیں کہ [illegible] میں تاج کے ساتھ ان کے تعلقات کے تسلسل کی بنیادی اہمیت کے پیش نظر ملک معظم سے شخصی [illegible] وہ ایک اعلان کے ذریعہ [illegible] اس کا یقین [illegible]۔ چونکہ ایوان روسا کا اجلاس ملتوی ہو گیا ہے، یہ قرارداد پیش نہیں کی گئی۔ ہندوستان ٹائمس نے والسرائے کے اس خط کو بھی شائع کیا ہے جو والیان ریاست کے نام ان سات آٹھ سوالوں کے جواب میں ہے جو ان کے وفد نے تحریراً پیش کئے تھے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تبصرہ

ہز اکسیلنسی کی تقریر کے بعض فقرات میں مربیانہ انداز پایا جاتا ہے۔ اور ان میں سرپرستانہ رنگ جھلکتا ہے اور اسی کے خلاف گذشتہ ہفتوں میں رؤسا کی مجلس قائمہ نے متحدہ و متفقہ احتجاج کیا ہے۔ سرپرستی کے جس جذبہ نے رؤسائے ہند کو آزردہ خاطر کر دیا ہے بدقسمتی سے وائسرائے کی اس تقریر میں بھی یہی انداز غالب ہے حالانکہ ہز اکسیلنسی اگر چاہتے تو اپنے لہجہ کو تبدیل فرما سکتے۔ اور اس طرح پولٹیکل ڈپارٹمنٹ کے رؤسا کے ساتھ طرز عمل میں ایک تعمیری تغیر پیدا کر سکتے تھے۔

(ریاستان)

چو محلہ مبارک میں شاہی ضیافت کے موقع پر وائسرائے بہادر نے اپنی جوابی تقریر میں فرمایا:۔

"میں اس ریاست کو ان تدابیر پر مبارکباد دیتا ہوں جو اس کی حکومت نے قزاقوں کو روکنے کے لئے اختیار کی ہے اور میں یہ دلچسپی کے ساتھ دیکھتا رہوں گا کہ حکومت نے اسی جس انداز کی جو اسکیم ابھی حال میں نافذ کی ہے وہ کہاں تک اس خلا کو پر کر سکتی ہے جو ریاست میں انکم ٹیکس کے کسی باضابطہ نظام کی غیر موجودگی سے پایا جاتا ہے؟"

پھر نواب سالار جنگ بہادر اور ان کی سرمایہ دار برادری سے دلی ہمدردی کا اظہار کرنے کی اجازت چاہتے ہیں۔

ہز اگزالٹیڈ ہائینس نے ابھی حال میں اپنے جاگیرداروں کے لئے ایک فرمان مبارک جاری کیا ہے جس میں اس خواہش پر زور دیا ہے کہ وہ اپنی جاگیروں میں رہا کریں اور ان کے انتظامی امور میں ذاتی دلچسپی لیا کریں نیز اپنی رعایا کی کچھ خدمت انجام دیں۔ اس سے زیادہ کوئی دوسری نصیحت موثر نہیں ہو سکتی کیونکہ اس زمانہ میں کوئی شخص جو خصوصی حیثیت رکھتا ہو اپنی خصوصیات کو برقرار نہیں رکھ سکتا جب تک کہ وہ ان لوگوں کی کوئی خدمت نہ انجام دے جن سے

وہ اپنی روزی حاصل کرتا ہے (لارڈ ویول)

مجلس جاگیرداران کے لئے لمحۂ فکر!

اگر ہندوستانی ریاستوں کو ہندوستان کی آئندہ حکومت کی ہیئت ترکیبی میں مناسب حصہ لینا ہے تو انہیں اپنے علاقوں میں صحیح اور حقیقی دستوری حکومتیں قائم کرنی چاہئیں

(لارڈ ویول)

"اس عبارت کو پڑھتے ہوئے ہمارے ایک دوست یہ مصرعہ گنگنانے لگے:۔

بچ۔ تو دروں خانہ چہ کردی کہ بیروں خانہ آئی؟

"معاصر پیام نے اپنی ۲۰ ربیع کی اشاعت میں "والیان ریاست اور نمائندہ مشیر" کے عنوان سے ایک اداریہ شائع کیا ہے جس میں ریاستی رعایا کو بھی خوش کرنے کی کوشش کی ہے اور رؤسا ہند کو بھی۔

اس اداریہ کو پڑھ کر ہمیں "نقد و نظر" کا یہ گانا یاد آ گیا جو شاید ماہر القادری کا لکھا ہوا ہے۔

مجھے دونوں طرف کا خیال - میرا میکہ ہو یا سسرال

علامہ اقبال کی شاعری پر مولوی عبدالواحد صاحب ناظم جنگلات سرکار عالی نے ایک کتاب شائع کی ہے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے معزز معاصر "ہندو" مدراس نے بتایا ہے کہ ہمارے ناظم صاحب جنگلات نے لفظ ہزار کا مفہوم ایک ہزار کے عدد سے لیا ہے حالانکہ شاعر کی مراد بلبل سے ہے۔

ہمیں اخبار "ہندو" کے فاضل تبصرہ نگار سے اختلاف ہے۔ یہ زمانہ گل و بلبل کا نہیں بلکہ ہزاروں اور لاکھوں کا ہے۔ اگر مولوی عبدالواحد صاحب نے اقبال کو جدید رنگ میں پیش کیا ہے تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے؟ مگر ایک بات جو ہمیں کھٹک رہی ہے وہ یہ ہے کہ اقبال کی شاعری سے اپنے شغف کو عملی صورت دینے کا یہ کونسا طریقہ ہے کہ اقبال کے معتقدوں کو سررشتہ جنگلات کی تیزی خدمات پر نواز کر مقامی صلاحیتوں کو ابھرنے سے روکا جائے؟

اسوسی ایٹیڈ پریس کی اطلاع ہے کہ:۔

حکومت سرکار عالی نے حیدرآباد اسپننگ اینڈ ویونگ ملز میں کام کرنے والے مزدوروں کی شکایتوں کی تحقیقات کے لئے ایک مجلس تحقیقات مقرر کر دی ہے۔

اگر یہ مجلس مزدوروں کی شکایتوں کا منصفانہ تصفیہ کر بھی دے تو وہ منصفانہ نہیں ہو گا کیونکہ اس مجلس میں کوئی کامریڈ شریک نہیں کیا گیا۔

ہندوستان میں کمیونزم کی بڑھتی تحریک [illegible]

البتہ کمیونسٹ پارٹی کے جلسوں میں روس کا پرچم لہرایا جاتا ہے لینن کی تصویر آویزاں کی جاتی ہے اور انقلاب کے بجائے انقلاب زندہ باد کا بھی نعرہ لگایا جاتا ہے۔

معاصر "رعیت" رقمطراز ہے کہ:۔

"چونکہ ذریعہ تعلیم کی حیثیت سے ممالک محروسہ سرکار عالی کی مقامی زبانوں پر زور دیتے ہیں ان کی نسبت ہرگز یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ وہ کوئی اردو کے مخالف ہیں؟"

تعجب ہے کہ مسٹر نکلس تک زعفرانی العقیدہ معاصر رعیت اللہ اب تک سمجھ نہ سکا!

ہندوستان کی اردو صحافت کے ایک گوشہ میں ٹوپیوں کی زبان اچھالنے کا کام مزاح و تفنن رکھا گیا ہے (پیام)

زبان اچھالنا تو نہیں ایک معیوب طریقہ ہے۔ مستحسن طریقہ سر پر ٹوپی پہنانا ہے۔

وہ وقت سر پر آ گیا ہے جب ہر قوم پرست جماعت کو اپنے عقیدہ کا پرچم بلند کرکے مردانہ وار میدان میں آ جانا چاہئے (پیام)

اور جب معاصر محترم نے تن تنہا مردانہ وار اور مسلم لیگ کے خلاف پروپگنڈہ شروع کر دیا ہے تو پھر کسی جماعت کو میدان میں آنے کی کیا ضرورت ہے؟

کارکنان آندھرا مہاسبھا کانفرنس متعلقہ بھونگیر میں مقامی ذی اثر لوگوں کے ظلم و ستم کو دور کرکے عوام کو مصیبتوں سے نجات دلانے کی کوشش کر رہے ہیں (کامریڈ ملا ریڈی)

ہمیں بعض حضرات کی اس تحریر سے اختلاف ہے کہ یہ مقامی ذی اثر لوگ پٹیل پٹواری ہیں۔

محکمۂ فینانس کی حکمت عملی

چند اعتراضات اور ان کے جوابات

"ملکت" کی اشاعت مورخہ ۹ امرداد سنہ ۱۳۴۶ف میں "محکمۂ فینانس سے چند استفسارات" کے عنوان سے "ایک متعلم مالیات" کا مکتوب شائع ہوا تھا جس میں مراسلہ نگار نے محکمۂ فینانس کی حکمت عملی پر یہ اعتراضات کئے تھے۔ (۱) حیدرآباد کی آمدنی میں اضافہ کا تناسب بہ نسبت دیگر اقطاع ہند کے کم ہے۔ (۲) تعمیری محکموں کو اتنی رقم نہیں دی گئی جتنی بہ آسانی دی جاسکتی تھی۔ (۳) حکومت ہند کے قرضہ جات میں ایک ایسی خطیر رقم لگا دی گئی ہے جو شاید حیدرآباد کی استطاعت سے زیادہ ہے۔ ان اعتراضات کے جواب ایک "متعلم مالیات" نے روانہ کیا ہے جو ذیل میں درج ہے۔ "ملکت"

بخدمت جناب اڈیٹر صاحب "ملکت"

جناب کے موقر جریدہ مورخہ ۹ امرداد سنہ ۱۳۴۶ف میں ایک متعلم مالیات نے محکمۂ فینانس سے چند استفسارات کئے ہیں۔ ان میں پہلا استفسار یہ ہے کہ اکثر ریاستوں کی آمدنی مثلاً میسور بڑودہ اور ٹراونکور میں ... ہوگئی ہے لیکن سب سے حیدرآباد کی آمدنی میں کوئی ... سے تجاوز ہوتی جانے کی نہایت ... ہے۔ راقم الحروف کو بھی مالیاتی مسائل کے مطالعہ کا شوق رہا ہے۔ اس سوال کا جواب ذیل ... حیدرآباد کے اعداد ... جہاں ہے ... آمدنی دو ... ہو جاتا ... گیا ہے ان سب میں انکم ٹیکس نافذ ہے۔ امید کہ جناب کو میری اس رائے سے اتفاق ہوگا کہ جو جائداد ... محاصل میں انکم ٹیکس کو جو لچک اور تغیر پذیری حاصل ہے وہ کسی ... ہو ... نہیں پائی جاتی۔ ریاست میسور میں ... میں انکم ٹیکس کی آمدنی (۲۰،۰۳) لاکھ تھی لیکن ... (۲،۲۶،۰۰) لاکھ ہو گئی۔ ... اسی طرح ٹراونکور میں سال گذشتہ جو اس کے ۱۴،۹۰ لاکھ کے مقابلہ ... ۲۰،۱۰ لاکھ ... ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ میسور میں ایک اہم اضافہ ابواب آبکاری اور محصول ... تحت ہوا ہے۔ اس ریاست کی جو آمدنی ... میں (۲۹،۰۲) تھی ... (۰۰،۰۰،۱۰۰) ... گیا ہے گویا اضافہ کا تناسب (۰،۰۱) فی صد ہے۔ ٹراونکور کے اعداد ... (۵،۲۲،۱۱۰) ... فی صد ہے۔ حیدرآباد کی آمدنی ... میں (۰۰،۲۰،۷) تھی اور سال رواں (۱۰،۳،۹۶۲) کی توقع ہے ... دیگر ابواب میں جو اضافہ ہوا ہے ... فی صد ہے اور اس لحاظ سے باستثنائے انکم ٹیکس ریاست کی آمدنی کا فی صد اضافہ میسور اور ٹراونکور سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اگر ... انکم ٹیکس نافذ ... نہیں ہو ... ہے کہ ان اعداد و شمار کے ... کی ... مشتعل ہو جائے ...

دوسرا استفسار تعمیری محکموں کے ... متعلق ہے ...

جبکہ سنہ ۱۳۴۶ف کے مقابل میں دوا فر اضافہ ان محکموں کے تحت کیا گیا ہے مزید اضافے شریک کئے گئے ہیں یعنی ... کہ آمدنی و خرچ کی کیفیت موازنہ سے مترشح ہوتا ہے۔ تعمیری محکموں کی ترقی میں جو چیز فی الحقیقت حائل ہے وہ تربیت یافتہ اور فنی قابلیت کے اشخاص کی کم یابی ہے۔ جب تک ترقی کے مناسب انتظامات عمل میں نہ لائے جائیں مزید گنجائشوں کا فراہم کرنا غالباً اسراف کے مترادف ہوگا۔ غالباً "متعلم مالیات" بھی اس کو پسند کریں گے کہ بڑی بڑی اسکیمیں منظور کی جائیں اور ان کے لئے وافر گنجائش موازنہ میں شریک تو کر دی جائے لیکن ان کو ضروری سامان اور اشخاص مہیا نہ ہونے کی صورت میں معمولی قابلیت رکھنے والوں پر یہ روپیہ ضائع کیا جائے۔

تیسرے استفسار کی نسبت بھی کیفیت موازنہ کی مدد لیتے ہوئے یہ عرض کر سکتا ہوں کہ افراط زر کے مضر اثرات کے سلسلہ میں حکومت سرکار عالی نے جو ڈیپازٹ وغیرہ گذشتہ چند برسوں میں حاصل کئے ہیں ان کا بہترین مصرف سر دست یہی ہو سکتا تھا کہ ان کو زیادہ شرح سود پر بطور کی ہند کے قرضہ جات میں لگا دیا جائے کہ بعد جب ملک کی ترقی کے لئے کسی کی اشیاء کی ضرورت ہو تو اس طرح مجتمعہ رقم کو صرف میں لایا جائے۔ اس لحاظ سے حکومت کا اختیار کردہ عمل یقیناً قابل تعریف ہے۔

(ایک متعلم مالیات)

امرائے پائیگاہ کی کس مپرسی

جناب اڈیٹر صاحب "ملکت"

اخبارات کے دیکھنے سے ... یہ ...

... حضرت بندگان اقدس ...

نے بازدید کی ملاقات کی تو اس موقع پر امرائے پائیگاہ سے صرف نواب سالار جنگ بہادر شریک تھے۔ اگرچہ خبر شائع ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ امرائے پائیگاہ یعنی نواب ظہیر یار جنگ بہادر، نواب معین نواز جنگ بہادر اور نواب رشید نواز جنگ بہادر دربار میں حاضری کے شرف سے کیوں محروم رہے۔ روایات تو یہ ہے کہ ایسے مواقع پر حضرت بندگان اقدس نے امرائے پائیگاہ کو ہمیشہ شریک تقریب سمجھا ہے یعنی نہیں کہ انہیں امتیازات کے ذریعہ سے بھی نوازا گیا ہے۔ راقم الحروف اہل ملک سے اس ... ہے کہ ... طرح ان قدیم و اعلیٰ روایات کو قائم و برقرار دیکھ کر ایک دلی مسرت محسوس کرتا ہے وہاں ان روایات کو ختم ہوتے دیکھ کر رنج اور خطرات محسوس کرتا ہے۔

حضرت بندگان اقدس کو خاندان پائیگاہ سے جو مشفقانہ اور مربیانہ دلچسپی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حضور پرنور نے نواب ظہیر یار جنگ بہادر اور نواب معین نواز جنگ بہادر کو امارت سے اور نواب رشید نواز جنگ بہادر کو نواب امیر کے لقب سے سرفراز فرما کر خاندان پائیگاہ کو ایک نئی جان بخش دی ہے۔ میں بہت سوچتا ہوں کہ ان عنایات اور مہربانیات کی موجودگی میں امرائے پائیگاہ کو دربار اور دیگر اہم مواقع پر حاضری کا موقع کیوں عطا نہیں کیا گیا اور میرا خیال ہے کہ یہ ایک دفتری سہو ہے۔ اگر میرا خیال صحیح ہے تو ارباب متعلقہ نے اہل ملک کے جذبات کو اس فروگذاشت سے کافی مجروح کیا ہے۔ ... کم سنی کے باعث نواب معین نواز جنگ بہادر کو عاضی طور پر اس شرکت ... تسلیم نواب ظہیر یار جنگ بہادر یا نواب رشید نواز جنگ بہادر کے لئے یہ عذر نہیں کیا جا سکتا۔ امرائے پائیگاہ کے ساتھ حکومت کا یہ سلوک ان کے لئے تکلیف دہ ہے اور میں ممنون ہوں گا اگر آپ ان جذبات کو اپنے موقر اخبار کے ذریعہ حکومت تک پہنچا دیں۔

(امتیاز حسینی)

زمانۂ جنگ میں ہندوستان کی گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں

از

پی - سی - جین

مترجمہ:- جناب صدیق احمد نعمانی صاحب

(۲)

۶- گھریلو کام کرنے والوں کی بڑی تعداد چمڑے کا سامان تیار کرنے میں مصروف ہے لیکن ان کی پیداوار یا تعداد پیداوار سے متعلق اعداد و شمار قابل حصول نہیں۔ ایک سرسری تخمینہ یہ ہے کہ جوتوں کی سالانہ پیداوار ۵۰ ملین جوڑے ہے۔ باوجود چمڑوں اور متعلقہ اشیا کی بہت زیادہ قیمت کے اس صنعت نے خوبی کام کیا ہے۔ صرف فوجیوں کے لئے جوتوں کی تیاری ۱۹۳۹ء میں ۹ ملین جوڑے تھی جو بڑھ کر ۱۹۴۲ء میں ۳ ملین جوڑے ہو گئی۔ ۱۹۴۵ء کی ابتدا میں یہ خیال کیا گیا کہ اگر معیار میں کچھ تبدیلی کر دی جائے تو مشین سے بننے والے جوتوں کی تعداد میں ۵۰ فیصدی پیداوار کی گنجائش نکل آئے گی علاوہ ازیں بازار میں ۳ ملین جوڑے کی مزید گنجائش ہے۔ جوتوں کے علاوہ فوجی ضروریات میں زین اور گھوڑے کے دیگر چمڑے اشیا شامل ہیں۔ یہ ضروریات کانپور کے کارخانہ سے پوری ہوتی تھیں اب جنگ کے باعث زین سازی کے کارخانے اور دیگر چمڑے کی اشیا کی تیاری کے ایک سے زائد مراکز وجود میں آ گئے ہیں۔ جو کہ جنگ کے بعد زیادہ سے زیادہ پیدا کی جا سکیں۔

۷- ربر کی صنعت میں جو ۱۹۳۹ء سے قائم ہے ترقی کی بہت گنجائش اگرچہ بعض بڑے پیمانے کے پیدا کنندے ہیں جن میں ڈنلپ، فائرسٹون، باٹا، ڈنلپ، بنگال پوٹریز، انڈیا ربر ورکس اور گڈ ایئر کے کارخانوں کو شامل کر سکتے ہیں لیکن ۱۰۰ سے زائد چھوٹے پیمانے پر ربر کی اشیا پیدا کرنے والے بھی ہیں۔ اس صنعت میں ربر کی متفرق اشیاء ٹائر ٹیوب اور برساتی وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔ چھوٹے پیمانے پر پیدا کنندے عام طور پر بنگال اور شمالی ہند میں ہیں جو کہ پورے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ تخمینہ کیا گیا ہے کہ ۱۹۳۹ء میں ہندوستانی صنعت میں ربر کا صرف ۱۰۰۰۰ ٹن تھا جو ۱۹۴۲ء میں تین گنا ہو گیا۔ اس طرح ربر کا صرف پیداوار سے جو ۲۲ء میں ۱۹۰۰۰ ٹن تھی کسی قدر زیادہ ہے۔ جنگ کی وجہ سے اس صنعت کو ترقی کرنے کے بہت زیادہ مواقع فراہم ہوئے ہیں علاوہ ازیں حکومت ہند نے اس کی معقول تنظیم کے اقدامات کئے تاکہ پوری قابلیت پیداوار کو کام میں لا کر جنگی ضروریات کے لئے زیادہ سے زیادہ اشیا حاصل کی جائیں۔ نئی تنظیم سے اس صنعت میں اگر غیر ضروری پیداوار بند ہو گئی اور اس قابل ہو گئی کہ جنگ کے بعد مستقبل میں کامیاب ہے۔

۸- صابن سازی کی صنعت میں اگرچہ بعض بڑے پیمانے پر پیدا کنندے ہیں لیکن زیادہ تعداد چھوٹے پیمانے کی ہے جو پورے ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ تخمینہ کیا گیا ہے کہ ملک میں ایک ہزار سے زیادہ کارخانوں نے مختلف قسم کے ۳۵ ہزار ٹن صابن جس کی قیمت ۴ کروڑ روپیہ ہوتی ہے تیار کیا۔ یہ صنعت زیادہ تر کپڑے دھونے کا صابن تیار کرتی ہے گو بعض خوشبودار اور بعض خاص اقسام کے صابن بھی تیار کئے جاتے ہیں۔ یہ صنعت چھوٹے پیمانہ کی تمام صنعتوں میں سب سے کم منظم ہے۔ چھوٹے کارخانوں اور ملکی و غیرملکی بڑے پیمانہ کے کارخانوں میں سخت مسابقت ہوتی رہتی ہے اور ملک کی صنعت کو اس مسابقت میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو واقعہ یہ ہوا تھا کہ ہندوستان میں کارخانے قائم کر لئے ہیں جن سے سخت مقابلہ ہوتا ہے اس کی صنعت کو ابھی غیر منظم حالت میں ہے کہ اس پر علاوہ ازیں اگرچہ جنگ کے باعث ملک میں سنگ سودا اور دیگر کیمیاوی اشیا کی پیداوار بڑھ گئی ہے لیکن اس سے جاری صنعت کو فائدہ نہیں ہوا کیونکہ جنگ کے باعث ان کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔

کل ہند انجمن صابن ساز کی جانب سے جو ۱۹۴۲ء میں قائم کی گئی تھی چند سفارشات کی گئیں جن میں اس صنعت کی تنظیم پر زور دیا گیا ان کی سفارش تھی کہ تقسیم کنندہ مراکز ہوں جہاں خام اشیا کفایت شعاری اور وافر مقدار میں مہیا ہو سکتی ہیں صابن کو بنانے کا کام کیا جائے۔ اور ان کاموں میں تمام انجمنیاں دلچسپی سے حصہ لیں۔ بتایا گیا کہ اس اسکیم کی وجہ سے کفایت شعاری سے خام اشیا کی خرید، نگرانی اور زیادہ صحت مند اور بنیادی اشیا کی یکسانیت یقینی ہو جائے گی۔ ان خام اشیا کو کارخانے آسانی سے خرید سکتے اور اپنے کارخانوں میں شکل کو پہنچا سکتے ہیں۔ گلیسرین کا استعمال بھی ہو سکے گا جو اب ضائع ہوتی ہے اس کے علاوہ اس اسکیم سے چھوٹے پیمانہ کی انجمنوں کا سرمایہ جو انہیں بنانے والے آلات اور اپنی پوری قابلیت پیداوار سے کام نہیں کرتے، کے حصول کے ضائع سے بچا کر آمدنی حاصل ہوتی ہے۔ جس کا نیا نہیں رہے گا۔ دوسرے یہ کہ ایسوسی ایشن نے یہ تجویز پیش کی کہ تمام پیدا کنندے مختلف قسم کے صابن جو اب تیار کئے جاتے ہیں تیار کرنا ترک کر دیں اور چند مخصوص اقسام کی تیاری پر اپنی توجہ مرکوز کر دیں۔ اس طرح جس سے صارف پیدائش میں کمی واقع ہو گی۔ آخر میں یہ تجویز پیش کی کہ قیمتوں کی شرح مقرر کریں۔ اس طرح قیمتوں کی کمی اور غیر معاشی مسابقت سے نجات ہو گی۔ بدقسمتی سے ان میں کی کوئی تجویز روبہ عمل لائی نہیں گئی اور سابقہ مشکلات قائم ہے۔ اس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں کہ جنگ کے بعد ہمارے صابن سازی کی صنعت کو دیگر صنعتوں کی بہ نسبت زیادہ سخت مسابقت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور ایک حد تک اس مقابلہ سے عہدہ برآ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس صنعت کو فوراً معقول اصولوں پر منظم کیا جائے۔

۹- مندرجہ بالا کے علاوہ چھوٹے پیمانہ کی صنعتیں اور بہت ہیں۔ کیونکہ دستی صنعتیں زیادہ تر چھوٹے پیمانہ پر قائم ہیں یہ ناممکن ہے کہ ان تمام صنعتوں کا جو چھوٹے پیمانہ پر جاری ہیں یہاں ذکر کیا جائے۔ ان غیر مذکورہ صنعتوں میں انجینئرنگ اور مشین کے کارخانے، چھری چاقو، قفل اور سگریٹ تیار کرنے والے، تیل اور عطر اور دیگر خوشبودار چیزیں بنانے والے، سلائی اور زردوزی کی دکانیں، بسکٹ، روٹی اور شکر بنانے والے، روغن، بناسپتی کی صنعتیں اور مطبع خانے شامل ہیں۔ یہاں یہ بتایا جا سکتا ہے کہ جنگی فرمائشات کی وجہ سے سیالکوٹ (پنجاب) میں چھری چاقو اور سگریٹ تیار کرنے والی صنعتوں کو خاصہ فائدہ ہوا۔ صرف پنجاب میں چھری چاقو تقریباً ۰۰۰ را کے جاتو ۰۰۰ ۲۵ کھڑکنے والے شکاری چاقو ۰۰۰ ۳۵ اور دیگر قسم کے چاقو جنگی ضروریات کے لئے تیار کئے جاتے ہیں۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس پیداوار کی آسانی سے سات گنا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ بعض خاندانوں کو جنگی ضروریات کی تیاری میں مہارت پیدا کرنے کی ترغیب دی جائے۔ پنجاب کے علاوہ حیدرآباد دکن کے بعض علاقوں میں اس کے پیداوار کے بہت زیادہ مواقع ہیں۔ یہ تخمینہ کیا گیا ہے کہ دکن سے زیادہ تعداد میں اچھے میز کے چاقو اور شکاری چاقو اور کھانے کے لئے استعمال ہونے والے کانٹے تیار کئے جا سکتے ہیں ان دونوں ذرائع رسد کی امکانی قابلیت پیداوار ۱۰۰ کی اشیا فی سال ہے۔ اسی طرح یو پی، بمبئی اور بنگال میں بھی خاص اہمیت رکھنے والے ذرائع رسد ہیں۔ علاوہ ازیں ایک درجن سے زائد حکومت کے کارخانے فوجی لباس تیار کرتے ہیں ۱۹۳۹ء میں فوجی لباس کی مجموعی پیداوار ۲ لاکھ تھی جو بڑھ کر ۱۹۴۲ء ۱۸ ملین ہو گئی۔ یہ کارخانے خیاطوں کو بھی مصروف رکھتے ہیں جس سے خیاطی کی صنعت کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔

فوری مسائل

اگرچہ کہ گھریلو اور چھوٹے پیمانے کی صنعتیں بہت پھیل گئی ہیں اور جنگ کے باعث ان کی ہمت افزائی ہوئی ہے لیکن جس توجہ کی وہ مستحق تھے وہ ان کو نہ مل سکی۔ بعض حالات میں پیداوار کی نوعیت جن کو یہ صنعتیں پیدا کرتی ہیں اطمینان بخش اور یکساں نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر دستی بلانکٹ کی صورت میں فوجی معیار کو کم کرنا پڑا تاکہ چھوٹے پیمانہ پر پیدا کنندوں کی پیداوار کو خریدا جا سکے۔

کر جیسے دیکھا ہے، دستی ساخت کی تربیت، رنگ اور صناعت کی کفایت نہیں ہوتی۔ دستی طریقہ کی کمی اور شائستہ پیش کی جا سکتی ہیں۔ اس نمائش کے دو جوابات ہیں۔ صناع کی عمومی تربیت نہیں کی جاتی اور وہ اس لائق نہیں ہوتا کہ سائنس کی ترقی سے فائدہ اٹھا سکے۔ دوسرے باقاعدہ ریسرچ کا انتظام نہیں جو اس کو بتلائے کہ خام اشیاء کس طرح بہتر طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ نوعمری ضرورت ہے کہ ۔۔۔ اگر بر پیمانہ صغیر پیدا کنندوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا مقصود ہو تو ۔۔۔ پیدائش افزا ٹیکنیکل تربیت اور ریسرچ کا انتظام کیا جائے اور یہ دونوں کام چونکہ بر پیمانہ [illegible] رو بہ عمل نہیں لائے جا سکتے انفرادی طور پر پیدا کنندے [illegible] روپیہ بہم فراہم نہیں کر سکتے۔ پس یہ ضروری ہے کہ ان صنعتوں کی حفاظت کی خاطر کوئی بیرونی ایجنسی اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے۔

یہ لازمی ہے کہ صارفین کے رجحان، بہتر تبادل خام اشیاء اور زیادہ سے زیادہ کفایت شعارانہ طریقہ پیدائش سے متعلق بر پیمانہ صغیر پیدا کنندوں کی رہبری کی جائے۔ یہ صرف باقاعدہ ریسرچ کا نتیجہ ہے کہ یو۔پی۔ میں دستی [illegible] اچھے وسیع بنائے ہیں اور شیٹ کی بر پیمانہ صغیر صنعتیں [illegible] اور بہتر سے بہتریاں [illegible] ہیں کم موجودہ حالات میں منافع [illegible] اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ ان صنعتوں کے لئے ریسرچ میں زیادہ اخراجات ہوتے ہیں اور صرف مسلسل اور جانفشانی سے کام کرنے کی صورت میں کچھ نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔ اس کا کل [illegible] یہ ہو سکتا ہے کہ حکومت اس کام کو اپنے ذمہ کرے۔ بورڈ آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ کو جو حکومت ہند کی جانب سے قائم کیا گیا ہے اور جو شاندار کام انجام دے چکا ہے [illegible] بر پیمانہ صغیر صنعت سے متعلق یہ ذمہ داری تفویض کی جائے۔ مختلف صوبوں میں محکمہ صنعت و حرفت ایک مختصر سی حد تک ٹیکنیکل ٹریننگ سے متعلق کوئی امداد کرتا رہا ہے۔ مثال کے طور یو۔پی۔ میں دہرہ دون کا فارسٹ ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اور کانپور کا ہارکورٹ بٹلر انسٹی ٹیوٹ اس مقصد کے تحت ترقی [illegible] کی پیدائش میں کمی کی جائے اور اس کی نوعیت کو بہتر بنایا جائے۔ ریسرچ شروع کر چکے ہیں۔ پنجاب اور [illegible] میں اس کو بھی [illegible] گیا ہے [illegible] صناعوں کو تربیت دی جائے [illegible] بر پیمانہ صغیر شیشہ کی صنعت کے لئے ریسرچ کیا جا چکا ہے [illegible] کوششیں [illegible] حرفتوں میں کی ہیں۔ لیکن امداد کو مؤثر بنانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو باقاعدہ کیا جائے اور امداد [illegible] کیا جائے۔

بر پیمانہ صغیر پیدا کنندوں کو خام اشیاء کی فراہمی، تیار شدہ اشیاء کی فروخت، مالی امداد اور اشیاء [illegible] پیدا کرنے کے سلسلہ میں کئی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ دشواریاں بڑی حد تک دور کی جا سکتی ہیں اگر بر پیمانہ صغیر پیدا کنندے امداد باہمی کی بنیادوں پر منظم کئے جائیں۔ اس طرح صوبہ داری انجمن ہائے امداد باہمی نے یہ ممکن ہو گا کہ وہ ان کی مدد کرے۔ پنجاب میں پھیری والوں اور شمال مغربی سرحدی صوبہ اور یو۔پی۔ میں اونی اور سوتی بلانکٹ تیار کرنے والوں کی امداد امداد باہمی کی بنیادوں پر کی گئی ہے۔ انجمن امداد باہمی نے ان کو خام اشیاء بہم پہنچائی، ٹیکنیکل مشورہ اور مالی امداد کی، تیاری پر نگرانی کی اور [illegible] ان کے تیار شدہ اشیاء کی فروخت میں امداد کی۔ یہ طریقہ کار کارآمد ثابت ہوا ہے اور یہ ممکن ہے کہ زیادہ باقاعدہ طور پر اور وسیع پیمانہ پر ان کی امداد کی جائے۔

جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں بہت سی گھریلو اور بر پیمانہ صغیر صنعتوں کو ضرورت سے زیادہ پیداوار اور گلا کاٹ مقابلہ کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن اب جنگ کی وجہ سے [illegible] اور صابن سازی کی صنعتیں [illegible] مسابقت ختم ہو گئی ہے۔ لیکن یہی حالت جنگ کے بعد نہیں رہے گی۔ ضرورت سے زیادہ پیداوار ان صنعتوں میں کم کی جا سکتی ہے لیکن بیرونی اور خود ہمارے یہاں کے بر پیمانہ کبیر کارخانوں سے سخت مقابلہ ان کو پیش آئے گا۔ اس لئے ان کے مستقبل کو محفوظ کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کی معقول تنظیم کی جائے۔ پہلے تو حکومت کے ان اصولوں کو جو [illegible] کی صنعت میں اختیار کئے گئے ہیں اور جو کل ہند انجمن صابن سازی کے مجوزہ طریق عمل کو اختیار کرنے سے [illegible]۔ مقامی انجمن ہائے امداد باہمی جن میں ایک خاص مقام کے تمام پیدا کنندے منظم کئے جائیں گے ایک مرکزی ایسوسی ایشن کے ممبر ہوں گے۔ یہ ایسوسی ایشن قیمتوں اور مسابقت کی پالیسی کو متعین اور انجمن امداد باہمی کے کام کی تنظیم کرے گی۔ ان صنعتوں کی پیداوار کے لئے یہ ایسوسی ایشن فروخت کی تنظیم کے ساتھ ساتھ بہتر بازار فراہم کرے گی۔ انجمن ہائے امداد باہمی مقامی نگرانی کے کام اپنے ذمہ لیں گے اس طرح ایسوسی ایشن کے لئے یہ ممکن ہو گا کہ وہ پیدا کنندوں پر مؤثر نگرانی رکھے۔ ان طریقوں پر ان صنعتوں کے مستقبل کے حفاظت کا انحصار ہے۔

جنوب مشرقی چین کی صورت حال خطرناک ہے

جاپانی پیش قدمی پر لندن ٹائمز کا تبصرہ

لندن ۳ر دسمبر جنوب مشرقی چین کی فوجی صورت حال انتہائی خطرناک بتلاتے ہوئے ٹائمس نے اپنے آج کے اداریہ میں لکھا ہے کہ اگر جاپانی کوانگ سی میں اپنا مورچہ قائم کر لیں تو پھر انہیں اس کا موقع حاصل ہو جائے گا کہ چنگ کنگ پر جنوب سے [illegible] پر شمال سے [illegible] کر سکیں۔ اور اس کا بھی پوری طرح امکان ہے کہ وہ [illegible] پسند کریں اور [illegible] کو پیچھے چھوڑ دیں [illegible] رہے۔ اور [illegible] جاپانی کوششوں کو جو جنوبی حصص [illegible] یا مدافعت کرنے کے لئے کی جا رہی ہیں روکنے کا باعث ہو۔

انہیں اس کی ترغیب ہوئی کہ چینی حکومت کو وہاں سے ہٹا کر وہ تو بہت بڑی سیاسی اور فوجی کامیابی حاصل کریں گے اس لئے کہ قومی متحدہ کی کارروائی کا مرکز چنگ کنگ ہے جہاں تک مغرب کا تعلق ہے وہ کسی قسم کا فوجی یا سیاسی اثر استعمال نہیں کر سکتے اور اس طرح چینی طریق جنگ کو متاثر کرنا ان کی طاقت سے باہر ہے۔

جاپانی کامیابی کی توقعات اس عظیم پیمانہ والی [illegible] بلاشبہ اس وجہ سے ان کے لئے حوصلہ افزائی کا سامان پیدا کر رہی ہیں کہ انہیں بھاری اسلحہ میں بہت زیادہ فوقیت ان کے مقابل افواج پر حاصل ہے۔ یہ تفوق شمال مشرقی چین میں بھی انہیں اسی طرح حاصل ہے۔ پانچ سو میل آگے جہاں اتحادی افواج [illegible] پر [illegible] جا رہے ہیں اور جنرل [illegible] چیانگ کائی شیک کی افواج سے بھی کم اور [illegible] سے لیس ہیں۔

لیکن طویل لڑائی میں ان کے ترقی کرنے کے امکانات کا انحصار چینی اور ان کے اتحادیوں پر ہو گا جو اس حملہ کی مدافعت کرنے اور اس کو روکنے کی قوت سے ظاہر ہو سکتا ہے اور اسی طرح طور ان کی صلاحیت پر بھی اس [illegible] کا انحصار ہے کہ [illegible] کام [illegible] لا کر وہ اپنی افواج کو رسد اور دیگر اشیاء کم از کم ۲۰۰ میل کے ۔۔۔۔۔۔ فاصلہ پر [illegible] سے سامان پہنچانے کا انتظام کریں۔

شمالی [illegible] میں اتحادی مورچوں کے لئے بہتر صورت حال کا امکان [illegible] کے بیان کے مطابق اس توقع کو حاصل ہے کہ اتحادیوں کو اس کا موقع بہت جلد حاصل ہو گا کہ وہ جاپانی پیش قدمی کا [illegible] کریں اور اس کے لئے ان کے تمام وسائل و ذرائع کا مشترکہ استعمال لازمی ہے۔

صورت حال بہرحال اس وقت تک اچھی نہیں ہے کہ جب تک کہ جاپان کو [illegible] فوج کو [illegible] اور پوری طرح روک نہ دیا جائے۔ یا کم از کم اس کی مدافعت نہ کی جائے تاکہ وہ آگے نہ بڑھ سکے۔

ہندوستان اور مابعد جنگ دنیا

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

نتیجے کے طور پر نئے حالات پیدا ہو رہے ہیں۔ برطانیہ کی بیرونی تجارت کے نشوونما کے لئے یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کے باشندوں کا معیار زندگی بلند سے بلند تر ہوتا جائے۔ اس طرح برطانیہ کے عوام کا مفاد ہندوستان کے مفاد سے وابستہ ہے۔

حیدرآباد کا طریقہ فراہمی اجناس

محتاط اور منصفانہ ہونے کے علاوہ کاشتکاروں اور تاجروں کے جائز مفادات کا محافظ ہے

محکمہ رسد کی جانب سے حسب ذیل اعلامیہ جاری کیا گیا ہے۔

بعض مقامی اداروں نے اس امر پر اظہار مایوسی کیا ہے کہ حکومت سرکار عالی نے فراہمی اجناس کی غرض سے ممالک محروسہ میں وہ اسکیم نافذ نہیں کی جو بمبئی میں نافذ ہے۔

بمبئی اسکیم کے اہم نکات یہ ہیں کہ ہر کاشتکار رعیت کے ہاتھ حکومت کی مقرر کردہ قیمت پر اپنی پیداوار کا وہ حصہ فروخت کرنے پر مجبور رہے جو متعلقہ جنتری میں درج کیا گیا ہو۔ یہ جنتریاں جن کی تعداد ایک سو سے زائد ہے کاشتکار کی مقبوضہ قطعات اراضی کے محاصل مالگذاری پر مبنی ہیں۔ ان جنتریوں کی تدوین میں مختلف حلقہ ہائے بندوبست کی شرح مالگذاری کے علاوہ کاشت شدہ رقبہ کی مختلف قسمیں اور غذائی اجناس غیر غذائی اجناس کے رقبہ جات کے باہمی تناسب کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ایسی اراضیات جن کی پیداوار (۲۰) من (۲۰) سیر سے کم ہو حکم لیوی کے اثر سے مستثنیٰ کردی گئی ہیں۔ مالگذاری کی شرح میں اضافہ کے ساتھ ساتھ لیوی کی مقدار میں بھی اضافہ کیا جاتا ہے۔ مقدار لیوی کے تعین میں فصل کی آبداری کا بھی لحاظ رکھا جاتا ہے۔ اگر کاشتکار پٹہ دار نہ ہو بلکہ قولدار ہو تو ادائی لیوی کی حد تک پٹہ دار اور قولدار ہر دو یکساں ذمہ دار قرار دیے جاتے ہیں اور بمقابل حقیقی کاشتکار کے ایسے پٹہ داروں کو جو خود کاشت نہ کرتے ہوں پوری لیوی ادا کرنی پڑتی ہے۔

چار ماہ قبل بمبئی کے ایک جلسہ عام کو مخاطب کرتے ہوئے معزز صدر المہام بہادر مال و رسد نے بمبئی سسٹم کے ممالک محروسہ میں نفاذ کی بابت مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اس امر پر غور کر رہی ہے کہ بمبئی سسٹم کو بعض مناسب ترمیمات کے ساتھ امتحاناً اضلاع اورنگ آباد، بیڑ اور عثمان آباد میں نافذ کرے۔ صاحب معزز نے کبھی اس امر کا وعدہ نہیں کیا کہ بمبئی سسٹم نافذ ہی کیا جائے گا۔ حکومت سرکار عالی نے جب اس مسئلہ کی کامل جانچ و تنقیح کی اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ممالک محروسہ کے خصوصی حالات کے پیش نظر اس علاقہ میں بمبئی سسٹم کا نفاذ نہ صرف کاشتکاروں بلکہ تاجروں پر بھی گراں گزرے گا۔ سطور ذیل میں ان وجوہ کو مختصراً بیان کیا جاتا ہے جن کی بنا پر یہ نتیجہ بالا اخذ کیا گیا۔

۱۔ کسی زمین کی زرخیزی کو جانچنے کے لئے اس کی شرح مالگذاری کو صحیح معیار قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ شرح مالگذاری کے تعین میں دیگر معاشی امور مثلاً مارکٹ کی قربت اور حمل و نقل کی سہولتوں کو بھی پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ مثلاً ضلع بیڑ کا تعلقہ منجلے گاؤں ضلع پربھنی کے تعلقہ پاتھری یا ضلع اورنگ آباد کے تعلقہ امبڑ سے بہت زیادہ زرخیز ہے لیکن منجلے گاؤں کی شرح مالگذاری دیگر تعلقات کی شرح سے کم ہے۔

۲۔ بمبئی سسٹم میں متعدد جنتریوں کی تدوین لازمی ہے۔ اور شرح مالگذاری کی بنیاد پر شاید فصل کے آبداری کی بنیاد پر اور بالخصوص اس امر کے پیش نظر کہ کاشتکار پٹہ دار ہے یا قولدار۔ ہر کاشتکار یا قولدار پر ان جنتریوں کا صحیح اطلاق ایک ایسا کام ہے جو ہمارے مواضعات کے پٹیل اور پٹواری کے بس کی بات نہیں۔

۳۔ بمبئی سسٹم کے نفاذ سے حکومت کے پاس اس مقدار سے بہت زیادہ غلہ جمع ہو جائے گا جس کی حکومت کو فی الواقعی ضرورت ہے۔ نتیجتاً کاشتکار اور غلہ کا تاجر دونوں اس عمل سے متاثر ہوں گے۔

۴۔ بمبئی سسٹم کے تحت جملہ اجناس خوردنی کی خریدی کا اجارہ حکومت کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ غلہ کی ایک موضع سے دوسرے موضع کو حمل و نقل پر بھی پابندی عاید کرنا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ یہ پابندیاں ان تاجروں کے حق میں مضر ثابت ہو سکتی ہیں جو پابندی احکام سرکار اپنے پیشہ کو جاری رکھنا چاہتے ہیں اور جن کی تعداد اب بھی کثیر ہے نتیجتاً ایسے تاجروں کا ذریعہ معاش متاثر ہو جاتا ہے۔

۵۔ بمبئی سسٹم حکومت پر دیہی علاقوں میں بھی غلہ کی سربراہی کی ذمہ داری عاید کرتا ہے اور یہ ذمہ داری ایک وسیع انتظام راشن بندی کے مترادف ہوتی ہے۔ ایسا عمل علاوہ اس کے کہ خزانہ سرکار پر غیر معمولی اخراجات کا بار عاید کرے گا نہ فی الوقت قابل عمل ہے اور نہ ضروری۔

۶۔ مرکزی مشاورتی مجلس اغذیہ کے جملہ غیر سرکاری ارکان نے بمبئی سسٹم کے نفاذ کی اس بنا پر پرزور مخالفت کی کہ یہ سسٹم ایسے علاقہ جات کیلئے زیادہ موزوں ہے جو ممالک محروسہ کے بالمقابل زیادہ قلت زدہ واقع ہوئے ہیں۔ غیر سرکاری ارکان کا یہ بھی خیال ہے کہ ہمارے عمال دیہی کا معیار قابلیت بمبئی سسٹم کے نفاذ کا متحمل نہ ہو سکیگا۔

۷۔ ہمارے کاشتکار اور عمال دیہی موجودہ نظام لیوی سے اس درجہ واقف اور مانوس ہو چکے ہیں کہ اس نوبت پر کوئی تبدیلی انتشار اور پریشانی کا موجب ہو سکتی ہے۔ علاوہ بریں ہمارا انتظام لیوی کافی منضبط ہے اس کے تحت جوار، باجرہ، گیہوں وغیرہ کی حد تک پیداوار کا (۲۰) فی صد حصہ اور دھان کی حد تک (۲۵) فی صد حصہ حکماً خریدا جاتا ہے اور بقیہ پیداوار کاشتکار کی ضروریات خوراک اور تخم کے علاوہ عام تجارتی اغراض کیلئے چھوڑ دی جاتی ہے۔ یہ انتظام منصفانہ بھی ہے کیونکہ (۱۰) ایکر سے کم رقبہ کا کاشتکار اس مقدار کا نصف حصہ خریدا جاتا ہے جو بڑا کاشتکار ادا کرتا ہے۔ حیدرآباد کمرشیل کارپوریشن یا انجمن ہائے امداد باہمی کے ذریعہ اجناس کی خوش خریدی کا جو طریقہ رائج ہے وہ بالخصوص اس امر کی ضمانت ہے کہ بڑے کاشتکاروں سے ان کی پیداوار کا قابل فروخت حصہ بغیر کسی جبر و اکراہ کے حکومت کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ رعایت بھی ہے کہ فصل چھ آنے سے کم ہو تو مقررہ لیوی کی نصف مقدار خریدی جاتی ہے اور فصل تین آنے سے کم ہو تو ایسے کاشتکار کو حکم لیوی کے اثر سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔ تشریح بالا سے کاشتکار طبقہ کو مطمئن ہو جانا چاہئے کہ اسی کی سہولت کی خاطر حکومت نے بمبئی سسٹم کو جس کی بدولت سرکاری گوداموں میں زیادہ غلہ آسکتا تھا ممالک محروسہ میں نافذ نہیں کیا۔

حکم ادائی شرکہ حصہ پیداوار کے بہتر نظم و نسق کے لئے متعلقہ صاحبان کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ موضع کمیٹیوں کے غیر سرکاری ممبر ایسے کاشتکاروں کی شرکت سے تقویت بخشیں جو عوام کی خدمت گذاری کا جذبہ رکھتے ہوں اور جو پٹیل پٹواریوں کی ہاں میں ہاں ملانے والے نہ ہوں۔

یہ احکام بھی جاری کر دیے گئے ہیں کہ موضع کی لیوی کا پورا غلہ جمع ہونے تک قیمت کی ادائی روکی نہ جائے۔ غلہ کی وصولی و چالانات کے ذریعہ بالاقساط روانہ کیا جا سکتا ہے اور قیمت کی ادائی ساتھ ساتھ ہو سکتی ہے۔ اس سہولت کی بدولت ادائی قیمت میں تاخیر کی شکایت بھی رفع ہو جائے گی۔ اور ذرائع حمل و نقل کی فراہمی میں جو دقتیں ہیں ان کا بھی ایک مناسب حل نکل آئے گا۔

یہ شکایت کہ غلہ کی قیمت میں ناجائز طور پر منہائی عمل میں آتی ہیں بے بنیاد ہوگی اگر کاشتکار گودام پر صاف اور ستھرا غلہ پیش کرے کیونکہ قیمت کے تعین میں جنس کی قسم کا لحاظ ضروری ہوتا ہے۔ ہر ایسا کاشتکار جو ادا شدہ قیمت پر راضی نہ ہو تو اس کو حق حاصل ہے کہ گرگی کے فیصلہ کے خلاف تحصیلداران کے پاس عذر پیش کرے۔

سنہ ۱۳۵۹ف کے دوران میں گیہوں کی کاشت میں کافی اضافہ ہو جائے گا بالخصوص ان علاقوں میں جہاں اجناس کی قلت ہے۔ یہ گودام زیادہ تر دیہی رقبہ جات میں قائم کئے جا رہے ہیں تاکہ بوقت ضرورت مواضعات میں بھی غلہ کی سربراہی ممکن ہو سکے۔ حکومت دیہی رقبہ جات میں [illegible] کیلئے پختہ عمارتوں کی تعمیر کا فیصلہ کیا ہے بعد ختم جنگ یہ عمارتیں امداد باہمی کی انجمنوں، بنکوں، تعلیم دیہی وغیرہ کیلئے استعمال کی جاسکیں گی۔

دیہی رقبہ جات کے غیر کاشتکار طبقوں میں غلہ کی تقسیم کیلئے تقریباً ہر ضلع میں امداد باہمی کی انجمنیں قائم کی جا رہی ہیں [illegible] بڑے کاشتکاروں سے [illegible]

وجہ سے کاشتکاروں میں بوقت ضرورت فروخت کریں گی۔ ان انجمنوں کو ان کے کاروبار پر معقول کمیشن دیا جائے گا اور اس میں جو نفع حاصل ہوگا وہ بالاخر انجمن کے کاشتکاروں اور ساہوکاروں میں تقسیم ہوگا جو ان انجمنوں کے رکن ہوں گے۔

حیدرآباد کمرشل کارپوریشن کی جانب سے خریدے ہوئے غلہ کی قیمت ہر سرکاری خزانہ سے ادا ہو سکے گی۔ تحصیلدار صاحبان کو اختیار ہوگا کہ وقت واحد سو پلوں کی خریدی کی حد تک فی الفور قیمت ادا کر دیا۔

اگر بازاری قیمت سرکار کی مقرر کردہ قیمت سے کم ہو تو خریدی کی یہی قیمت قرار دی جائے گی۔ ورنہ سرکار کی مقرر کردہ قیمت پر خوش خریدی عمل میں آئے گی۔

یہی وہی قیمتیں ہیں جو گذشتہ ربیع و تابی کے موقع پر ادا کی گئی تھیں۔ یعنی جوار باجرہ گیہوں اور دیگر چھوٹے دانے دار اجناس کی حد تک گذشتہ خریف کی قیمتوں سے چار روپیہ فی پلہ زائد اور دھان کی حد تک گذشتہ آبی کی قیمت سے (۲ ½) روپیہ فی پلہ زائد۔

اس امر کو پیش نظر رکھ کر غیر خالصہ علاقہ جات میں غلہ کافی مقدار میں جمع ہو رہا ہے حکومت سرکار عالی نے تعلقدار صاحبان کو اختیارات دیئے ہیں کہ وہ اس رجحان کا انسداد کریں۔ تعلقدار صاحبان کے اجازت نامہ کے بغیر علاقہ خالصہ کا غلہ غیر خالصہ علاقہ جات میں منتقل نہ ہو سکے گا۔

یونانی مسئلہ

عمالی جماعت کی اہم قرارداد تحریک ملامت

لندن ۱۳ دسمبر۔ مسٹر چرچل کی کابینہ کی قسمت کا انحصار صرف کابینہ کی قسمت کا انحصار صرف ایک لفظ کی تبدیلی پر رکھا ہے۔ عمالی جماعت کی مجلس عاملہ ایک اہم قرارداد ترتیب دے رہی ہے جس میں یونان کے موجودہ حالات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے موجودہ انتشار کو ختم کرنے کے لئے مطالبہ کیا گیا ہے کہ یونان میں ایسے حالات پیدا کئے جائیں جن کی بنا پر ایک نمایندہ حکومت منتخب ہو سکے۔ موجودہ کی موجودہ صورت سے ریلوے اور انجینئروں کی اور مشہور تجارتی انجمنیں مطمئن نہیں ہیں۔ مسودہ میں دو ایک لفظی ترمیم کے خواہشمند ہیں یعنی الفاظ افسوس کے بجائے لفظ ملامت کا استعمال کرنا چاہتی ہیں۔ عمالی وزراء کی دانست میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ بالراست اپنی حکومت پر عدم اعتماد کا اظہار کریں جس کی کابینہ میں وہ خود شریک ہیں۔ اگر یہ قرارداد پیش کر دی گئی تو یہ بات صاف ہو گی کہ عمالی وزراء کو اپنے عہدہ چھوڑنے پڑیں گے۔

اسی سلسلہ میں آج شب کے مباحث میں عمالی وزراء اور ٹریڈ انجمنوں کے اختلافات پر شب پر زور مناظر دیکھے گئے۔

عمالی کانفرنس کا نصب العین

بین الاقوامی حل۔ اہم قرارداد

لندن ۱۳ دسمبر۔ عمالی کانفرنس نے بہت بڑی اکثریت نے بین الاقوامی حل پر ایک قرارداد منظور کی ہے جسے آیندہ سالانہ اجلاس تک انجمن کی سرکاری پالیسی قرار دیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ جرمنوں اور جاپانیوں نے جو مظالم ڈھائے ہیں اور جن ملکوں کو تباہ و برباد کیا ہے ان کی مرمت اور نقصانات کی تلافی کی فوری کوششیں ہونی چاہئیں۔ قیام امن کے لئے برطانوی دولت عامہ ممالک متحدہ امریکہ اور ممالک محروسہ روس کا کامل اتفاق ناگزیر ہے۔ اس مقصد کے لئے ڈمبارٹن اوکس کے مقام پر جو تجویز بین الاقوامی کمیشن کا نفرنس انجمن پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ بین الاقوامی جماعت اور بین الاقوامی عدالت کے منصوبہ کو فوراً روبہ عمل لائے جانے چاہئیں۔ مطالبہ کیا گیا کہ جرمنی اور جاپان کو پوری طرح غیر مسلح کر دیا جائے۔

ممالک عرب کی خواتین کانگریس

قاہرہ ۱۳ دسمبر۔ مشرق وسطی کے عرب ممالک کی خواتین کی کانگریس آج قاہرہ کے شاہی کاشانہ محل میں منعقد ہوئی۔ مصری تحریک خواتین کی قائد بیگم ہدی شعراوی پاشا نے صدارت کی۔ جسے زیادہ مندوبین شریک تھیں۔ آپ نے فرمایا اس کانگریس کا مقصد جملہ عرب ممالک کی خواتین کو ایک مرکز پر جمع کرنا اور ان کے مسئلہ مسئلہ کو تقویت پہنچانا ہے۔ مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے پارلیمان اور کابینہ میں عورتوں کی نمایندگی کا مطالبہ پیش کیا اور کہا کہ خواتین سیاسی اور معاشرتی میدانوں میں بہت جلد اپنا مقام حاصل کر لیں گی۔ کیونکہ ہندوستانی بیگمات کی مثال ان کے آگے ہے۔

مصری نسوانی تحریک کی ایک اور مشہور علمبردار بیگم استہر فاہمی نے پیش گوئی کی کہ اب سے ایک سال کے عرصہ میں شکر کے ختم ہونے ہوتے مصری خواتین سیاسی حقوق حاصل کر لیں گی۔

یہ کانگریس اپنی نوعیت کی پہلی کوشش ہے جس میں عورتوں کی فلاح اور بہبود کے بہت سے مسائل زیر بحث آئے فلسطین سے متعلق بھی ایک تجویز منظور کی گئی۔

ساتویں معاشی کانفرنس

ہز اکسلنسی صدر اعظم بہادر کے ہاتھوں افتتاح

حیدرآباد ۱۰ بہمن۔ حیدرآباد ساتویں معاشی کانفرنس کا افتتاح ہز اکسلنسی نواب صاحب چھتاری صدر اعظم باب حکومت سرکار عالی نے آج شام کے پانچ بجے نمائش کلب باغ میں فرمایا۔

کانفرنس میں معاشی اور صنعتی مسائل سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کی ایک بڑی تعداد شریک تھی جن میں عہدہ داران سرکاری بھی شامل ہیں۔

مولوی سید عارف الدین صاحب صدر معاشی کمیٹی نے ایک فاضلانہ خطبہ استقبالیہ پڑھتے ہوئے صدر اعظم بہادر خواتین و حضرات کا خیر مقدم کیا۔

نواب میر اکبر علی خان صاحب سیکریٹری کل ہند صنعتی نمائش کے ساتھ ساتھ ہر سال معاشی کانفرنس منعقد کی جاتی ہے آپ نے نمائش اور کانفرنس کے دروازے طلبا نیز اور غیر طلبا نیز سب کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔

ہز اکسلنسی نواب صاحب چھتاری نے کانفرنس کا افتتاح فرماتے ہوئے ایک طویل خطبہ افتتاحیہ پڑھا جس میں جنگ پر مختصر تبصرہ کرتے ہوئے دشمن کی شکست اور متحدین کی کامیابی کا ذکر کیا صدر اعظم بہادر نے فرمایا کہ ہر طرف تعمیر و تنظیم اور ترقی کے منصوبے بن رہے ہیں۔ تنظیم مابعد جنگ کا تخیل پیدا ہو چکا ہے حالات نے سیاسی سماجی اور معاشی مسائل پر توجہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ کوئی قوم ملک صحیح معنوں میں آزاد نہیں جب تک کہ اقتصادی آزادی نہ ہو۔

صدر اعظم بہادر نے مختلف تجاویز جو حکومت کے زیر غور ہیں بیان کرتے ہوئے کہا کہ حکومت حیدرآباد ان مسائل سے غافل نہیں ہے۔ متعدد صنعتی تجاویز کی حکومت نے منظوری دی ہے اور متعدد زیر غور ہیں۔

قرارداد عقیدت

اس کے بعد صدر اعظم بہادر نے حسب ذیل قرارداد عقیدت پیش کی جس کو کانفرنس نے بہ اتحاد پر جوش منظور کیا۔

یہ کانفرنس نہایت ادب و احترام کے ساتھ حضور اعلیحضرت بندگان عالی متعالی کے حضور میں دلی عقیدت مندی اور وفا شعاری کا اظہار کرتی ہے مملکت آصفیہ کی ہمہ جہتی فوز و فلاح اور بالخصوص معاشی ترقی کے لئے بندگان والا کو جو گہری اور لازوال دلچسپی ہے سماجی و معاشی میں ملک کی موجودہ و آیندہ نسلیں کی تمام تر ممنونیت بخش اعلیحضرت بندگان عالی کی طرف سے ہیں جن کی ناتمام تربیت ملک کی معاشی ترقی کی کی گرد کشائی ہو رہی ہے۔

اس کے بعد صدر اعظم بہادر نے آنریبل ڈاکٹر ... کی مصروفیت کے باعث ... کانفرنس کی صدارت ... نواب ... جنگ بہادر کی صدارت میں ... مولوی ... صاحب ...